صبح دم دروازۂ خاور کھلا

مرزا غالبؔ

پہلی بات : عام زندگی میں موقع بے موقع لوگ ایک دوسرے کی تعریف اور ستائش کرتے رہتے ہیں۔ یہ ایک سماجی عمل ہے۔ تعریف کرنے والے کا کوئی مقصد ہو سکتا ہے اور جس کی تعریف کی جا رہی ہو، ممکن ہے کہ اپنی تعریف سن کر وہ تعریف کرنے والے کا کوئی کام بنا دے۔ عوام سے ہٹ کر یہ طریقہ پرانے زمانے میں امیروں، نوابوں اور بادشاہوں کے درباروں میں بھی رائج تھا۔ معاشرے کے عالم، فاضل، شاعر اور دوسرے فن کار درباروں میں اعزازات پاتے تھے جس کے صلے میں انھیں نوابوں، بادشاہوں کی تعریف و توصیف کرنی پڑتی تھی۔ خاص طور پر شاعر اپنی نظموں میں انعام و اکرام دینے والوں کی خوب بڑھا چڑھا کر تعریف کیا کرتا اور بدلے میں خطاب یا خلعت سے نوازا جاتا تھا۔ شاعری میں ایسی نظم کو '**قصیدہ**' کہتے ہیں۔

قصیدے میں یوں تو صرف ممدوح کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں مگر بعض قصیدوں میں وعظ و نصیحت اور وطنی حالات کی تفصیل بھی ملتی ہے۔ اُردو شاعری میں سوداؔ، انشاؔ، ذوقؔ اور غالبؔ کے قصیدے مشہور ہیں۔

قصیدہ اُردو شاعری کی ایک مقبول صنف رہا ہے۔ لفظ 'قصیدہ' کے معنی 'مقصود/ ارادہ' ہیں یعنی قصیدہ لکھتے وقت شاعر کا مقصد یا ارادہ ہوتا ہے کہ کسی (نواب، امیر یا بادشاہ) کی خوب بڑھا چڑھا کر تعریف و توصیف کرے۔ اس سے شاعر کا مقصد نواب یا بادشاہ سے انعام و اکرام حاصل کرنا بھی ہوتا ہے۔ اپنے مقصد کی وجہ سے قصیدہ ایک موضوعی صنف ہے لیکن اس کی مخصوص ہیئت بھی اہمیت رکھتی ہے۔ اس کا پہلا شعر '**مطلع**' کہلاتا ہے اور بعد کے اشعار میں غزل کی طرح مطلع کے قافیوں کی پابندی کی جاتی ہے۔ قصیدے کے چند مخصوص اجزا ہیں۔ مطلع کے بعد اس کا پہلا جز آتا ہے جسے '**تشبیب**' کہتے ہیں۔ تشبیب کے اشعار میں شاعر کسی مخصوص موضوع مثلاً موسم، زمانے کے حالات، خود اس کی اپنی شاعرانہ حیثیت وغیرہ پر چند اشعار کہتا ہے۔ اس کے بعد قصیدے کا دوسرا جز '**گریز**' آتا ہے۔ یہاں شاعر دوسرا مطلع بھی شامل کر سکتا ہے۔ گریز سے مراد یہ ہے کہ یہاں سے شاعر تشبیب کے موضوع سے گریز کر کے قصیدے کے مقصد یعنی نواب یا بادشاہ کی تعریف و توصیف میں اشعار شامل کرتا ہے۔ اس حصے کو '**مدح**' کہتے ہیں جو قصیدے کا خاص حصہ ہے۔ مدح کے بعد ممدوح سے شاعر کو انعام و اکرام کی توقع ہوتی ہے۔ وہ اس مقصد کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ یہ حصہ '**عرضِ مدعا**' یا '**حسن طلب**' کہلاتا ہے۔ اس کے بعد شاعر نواب یا بادشاہ کے لیے دعا پر قصیدے کو ختم کرتا ہے۔

جان پہچان : مرزا غالبؔ ۲۷ر دسمبر ۱۷۹۷ء کو اکبرآباد میں پیدا ہوئے۔ ان کا نام اسد اللہ خاں اور لقب مرزا نوشہ تھا۔ دہلی کے آخری مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفرؔ نے انھیں نجم الدولہ، دبیر الملک اور نظام جنگ کے شاہی خطابات بھی دیے تھے۔ جب انھوں نے شاعری شروع کی تو پہلے اسدؔ پھر غالبؔ تخلص اختیار کیا۔ غالبؔ نے شاعری میں اپنا انداز آپ ایجاد کیا۔ انھوں نے اُردو شاعری کو وقار اور اُردو غزل کو اعتبار بخشا۔ وہ دراصل غزل کے شاعر تھے لیکن انھوں نے قصیدہ، رباعی اور قطعہ جیسی اصناف میں بھی خوب اشعار کہے ہیں۔ فارسی نظم و نثر میں بھی ان کی کئی تصانیف مشہور ہیں۔ اُردو زبان میں پہلے پہل مکتوب نگاری کی روایت کو غالبؔ ہی نے فروغ دیا اور ایسی بے تکلفی سے عام زبان میں اپنے دوستوں کو خطوط لکھے جنھیں پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ دو دوست آمنے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے ہوں۔ ۱۵ر فروری ۱۸۶۹ء کو غالبؔ کا انتقال دہلی میں ہوا۔

ذیل میں غالبؔ کا مشہور قصیدہ دیا جا رہا ہے جو اس صنف کے تمام تقاضوں کو پورا کرتا ہے۔ اس قصیدے میں غالبؔ نے جیسے الفاظ اور شعری ترکیبیں استعمال کی ہیں، ان سے قصیدے میں ایک شاہانہ شان پیدا ہو گئی ہے۔

صبح دم دروازۂ خاور کُھلا	مہرِ عالم تاب کا منظر کُھلا
خسروِ انجم کے آیا صرف میں	شب کو تھا گنجینۂ گوہر کُھلا
ہیں کواکب کچھ ، نظر آتے ہیں کچھ	دیتے ہیں دھوکا یہ بازیگر کُھلا
سطحِ گردوں پر پڑا تھا رات کو	موتیوں کا ہر طرف زیور کُھلا
صبح آیا جانبِ مشرق نظر	اِک نگارِ آتشیں رُخ سر کُھلا
بزمِ سلطانی ہوئی آراستہ	کعبۂ امن و اماں کا در کُھلا
تاجِ زرّیں ، مہرِ تاباں سے سوا	خسروِ آفاق کے منہ پر کُھلا
شاہِ روشن دل بہادر شہہ کہ ہے	رازِ ہستی اُس پہ سر تا سر کُھلا
وہ کہ جس کی صورتِ تکوین میں	مقصدِ نُہ چرخ و ہفت اختر کُھلا
مجھ پہ فیضِ تربیت سے شاہ کے	منصبِ مہر و مہ و محور کُھلا
باغِ معنی کی دِکھاؤں گا بہار	مجھ سے گر شاہِ سخن گستر کُھلا
پھر ہوا مدحت طرازی کا خیال	پھر مہ و خورشید کا دفتر کُھلا
مدح سے ممدوح کی دیکھی شکُوہ	یاں عرض سے رُتبۂ جوہر کُھلا
مہر کانپا ، چرخ چکر کھا گیا	بادشہ کا رایتِ لشکر کُھلا
بادشہ کا نام لیتا ہے خطیب	اب عُلوِّ پایۂ منبر کُھلا
ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے	اب فریبِ طغرل و سنجر کُھلا
ہوسکے کیا مدح ، ہاں اِک نام ہے	دفترِ مدحِ جہاں داور کُھلا
جانتا ہوں ہے خطِ لوحِ ازل	تم پہ اے خاقانِ نام آور کُھلا

تم کرو صاحب قرانی ، جب تلک
ہے طلسمِ روز و شب کا در کُھلا

خلاصہ : غالب کا یہ قصیدہ مغل بادشاہ سراج الدین بہادر شاہ ظفر کی مدح میں لکھا گیا ہے۔اس کی تشبیب میں غالب نے فلکی اجسام (سورج،ستاروں) کے حوالے سے بادشاہ کے دربار کی آرائشوں کو خوب صورت زبان میں پیش کیا ہے۔گریز میں بتایا گیا ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے حکمرانوں سے بہادر شاہ کی شان وشوکت کہیں بڑھ کر ہے۔اپنے بارے میں خود شاعر کہتا ہے کہ ایسے عظیم بادشاہ کے دربار میں جا کر میری قدر ومنزلت بھی خوب بڑھ گئی ہے۔میں جو بادشاہ کی مدح وثنا کر رہا ہوں، بادشاہ اس سے زیادہ کے مستحق ہیں۔خدا کرے کہ بادشاہ سلامت رہتی دنیا تک حکومت کرتے رہیں۔

معانی و اشارات

دروازۂ خاور	-	سورج کا دروازہ مراد مشرق
مہرِ عالم تاب	-	دنیا کو روشن کرنے والا سورج
خسرو انجم	-	ستاروں کا بادشاہ مراد سورج
صرف میں آنا	-	خرچ کیا جانا
کواکب	-	کوکب کی جمع، ستارے
سطحِ گردوں	-	آسمان کی سطح
نگارِ آتشیں رُخ	-	آگ جیسے (روشن) چہرے والا معشوق
کعبۂ امن و اماں	-	سکون اور امن کا مقام
تاجِ زرّیں	-	سونے کا تاج
مہرِ تاباں	-	روشن سورج
سوا	-	زیادہ
خسروِ آفاق	-	آسمانوں کا بادشاہ مراد بہادر شاہ ظفر
(منہ پر) کھلا	-	اچھا لگا
سر تا سر	-	پوری طرح
صورتِ تکوین	-	تخلیق کی صورت یعنی وجود
مقصدِ نُہ چرخ و ہفت اختر	-	نو آسمانوں اور سات ستاروں کی تخلیق کا مقصد
منصبِ مہر و مہ و محور	-	سورج، چاند اور زمین کے محور کا مقام
باغِ معنی	-	طرح طرح کے معنی
شاہِ سخن گستر	-	زود گو بادشاہ مراد شاعر
مدحت طرازی	-	تعریف کرنا
دفترِ مدحِ جہاں داور	-	دنیا کے بادشاہ کے قصیدے کا دفتر
رتبۂ جوہر	-	اصل خوبی
عرض	-	کسی چیز کے وجود کا سبب
شکوہ	-	عظمت، بڑائی
رایتِ لشکر	-	فوج کا جھنڈا
عُلوِّ پایۂ منبر	-	منبر کے پایے کی بلندی
فریبِ طغرل و سنجر	-	ترکستان کے بادشاہوں (طغرل و سنجر) کی اہمیت کا فریب
خطِ لوحِ ازل	-	کائنات کی ابتدا میں لکھی گئی تختی کی تحریر (جس میں ازل سے ابد تک کے حالات درج کیے گئے ہیں)
خاقان	-	چین کے بادشاہوں کا لقب
خاقان نام آور	-	مشہور بادشاہ مراد بہادر شاہ
صاحب قرانی	-	بہترین بادشاہت
طلسمِ روز و شب	-	دن رات کا طلسم مراد زندگی

مشق

* ذیل کے اشعار کا مفہوم بیان کیجیے:

۱۔ صبح آیا جانبِ مشرق نظر — اِک نگارِ آتشیں رُخ سر کھلا

۲۔ وہ کہ جس کی صورتِ تکوین میں — مقصدِ نہ چرخ و ہفت اختر کھلا

* بہادر شاہ کے تاریخی حالات معلوم کیجیے۔

6TJHSH

ذیل کی سرگرمیاں ایک لفظ/ایک جملے میں مکمل کیجیے۔

* قصیدے کے اجزا

.... | .... | .... | ....

* غالبؔ کے خطابات

.... | ....

✳ صحیح متبادل لکھیے۔

۱۔ قصیدے کے..............اجزا ہوتے ہیں۔

(i) پانچ (ii) چار

(iii) چھے (iv) سات

۲۔ قصیدہ ایک..............صنف ہے۔

(i) وارداتی (ii) موضوعی

(iii) معنوی (iv) تاریخی

۳۔ مرزا غالبؔ نے............کی روایت کو فروغ دیا۔

(i) قصیدہ نگاری (ii) نثر نگاری

(iii) مکتوب نگاری (iv) مثنوی نگاری

۴۔ مرزا غالبؔ کا لقب.................تھا۔

(i) مرزا اسداللہ

(ii) نجم الدولہ

(iii) مرزا اسداللہ خان

(iv) مرزا نوشہ

✳ قصیدے میں استعمال کیے گئے سورج کے دیگر نام لکھیے۔

✳ بادشاہ کے لیے استعمال کیے گئے صفاتی نام لکھیے۔

ذیل کی سرگرمیاں مختصراً مکمل کیجیے۔

✳ قصیدے سے صنعتِ مبالغہ کا کوئی شعر لکھیے۔

✳ سورج کے کانپنے اور آسمان کے چکرانے کی وجہ لکھیے۔

✳ شاعر نے بادشاہ کے تاج اور سورج میں جو نسبت بیان کی ہے اسے لکھیے۔

✳ "بادشاہ کی حکمرانی میں کہیں بھی فتنہ وفساد نہیں تھا۔" اس مفہوم کا شعر لکھیے۔

✳ "دن رات کا چکر جب تک چلتا رہے گا بادشاہ حکمرانی کرتے رہیں گے۔" اس مفہوم والا شعر لکھیے۔

✳ اشعار کو غور سے پڑھیے اور وہ قصیدے کے کن اجزا سے لیے گئے ہیں ان کے نام لکھیے۔

۱۔ پھر ہوا مدحت طرازی کا خیال
پھر مہ و خورشید کا دفتر کُھلا

۲۔ بادشہ کا نام لیتا ہے خطیب
اب عُلوِّ پایۂ منبر کُھلا

۳۔ تم کرو صاحب قرانی ، جب تلک
ہے طلسمِ روز و شب کا در کُھلا

لطائفِ غالبؔ

☆ ماہِ رمضان ختم ہونے کے بعد مرزا غالبؔ عید ملنے کے لیے بہادر شاہ ظفر کے دربار میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے پوچھا، "مرزا! تم نے روزے رکھے؟"

غالبؔ نے نہایت سادگی سے جواب دیا، "پیر و مرشد! ایک نہیں رکھا۔"

☆ ایک روز سیّد سردار مرزا غالبؔ کے ہاں تشریف لائے۔ تھوڑی دیر بعد جانے لگے تو مرزا شمع دان لے کر لبِ فرش تک آئے تاکہ وہ روشنی میں جوتا دیکھ کر پہن لیں۔ سیّد سردار نے کہا، "قبلہ و کعبہ! آپ نے اس قدر زحمت فرمائی۔ میں اپنا جوتا پہن لیتا۔"

مرزا ہنس کر بولے، "بھئی، میں آپ کا جوتا دِکھانے کو شمع دان نہیں لایا، بلکہ اس احتیاط سے لایا ہوں کہ کہیں آپ میرا جوتا نہ پہن لیں۔"

☆ آموں کا موسم تھا۔ بہادر شاہ ظفر چند مصاحبوں کے ہمراہ جن میں مرزا غالبؔ بھی تھے، باغِ حیات بخش میں گلگشت کر رہے تھے۔ آم کے درخت رنگ برنگے آموں سے لدرہے تھے۔ یہاں کے آم صرف بادشاہ، بیگمات یا دوسرے ممالک کے بادشاہوں کو تحفے میں بھیجنے کے لیے مخصوص تھے۔ مرزا غالبؔ کو آم بہت مرغوب تھے۔ وہ درختوں کے قریب جا کر آموں کو بار بار غور سے دیکھتے۔ بادشاہ نے پوچھا، "مرزا! اس قدر غور سے کیا دیکھتے ہو؟" مرزا نے دست بستہ عرض کیا، "پیر و مرشد! یہ جو کسی بزرگ نے کہا ہے کہ دانے دانے پر کھانے والے کا نام لکھا ہوتا ہے، دیکھتا ہوں کہ کسی آم پر میرا نام بھی لکھا ہے یا نہیں۔"

بادشاہ یہ سن کر مسکرائے اور مرزا صاحب کے گھر عمدہ آم بھجوائے۔